جنوبی ہند کی ایک نادر تفسیر (قسط ۲)

تفسیر فیض الکریم کا تعارف

از قلم : مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

راقم السطور نے اس تفسیر کے مسودہ کا مدراس کے حالیہ سفر (مئی ۸۹ء) میں مطالعہ کیا۔ جو خاندان شرف الملک کے محفوظ کتب خانہ واقعہ مدرسہ محمدی مدراس میں بحفاظت موجود ہے۔ کتب خانہ کے نگراں جناب قاضی صلاح الدین صاحب ازہری نے بڑے اخلاق و کرم کے ساتھ اس تاریخی کتب خانہ کے مخطوطات و مسودات دکھائے۔

افسوس ہے کہ تفسیر کے پہلے حصہ (تصنیف قاضی بدر الدولہ) میں سے جو چند پارے ۱۲۷۶ھ میں مطبع مظہر العجائب مدراس کے اندر چھپے تھے وہ بھی ختم ہو چکے ہیں اور باقی تفسیر مسودہ کی صورت میں محفوظ ہے — جس کی طباعت کے ابھی تک آثار نظر نہیں آتے۔

پہلے حصہ کا تعارف

اس حصہ کی زبان مصنف کے دور کی دکنی اردو ہے، جس کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

" سو زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کاتب الوحی تھے، بلواتے اور ان سے جو عمر رضی اللہ عنہ سے کہے سو تقریر کئے اور فرماتے، — تم جوان ہوشیار ہو، اعتمادی آدمی، تیسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وحی اتری تو صاحب ہی لکھا کرتے تھے۔ اب قرآن شریف جمع کرنے کے واسطے صاحب بھی ہمارے شریک ہوا چاہئے۔"

تفسیر کے مقدمہ میں قرآن کریم کے جمع و تدوین کی تاریخ بیان کی ہے اور مقدمہ سے پہلے تمہید میں ہندی (اردو) زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کی طرف سے بے توجہی پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔

تمہید کی عبارت دکنی اسلوب کے باوجود نہایت مقفیٰ اور مسجع ہے، جو درج ذیل ہے:-

"حمد و نعت کے بعد کہتا ہے۔ بندۂ ضعیف گنہ گار صبغۃ اللہ بن محمد غوث بن ناصر الدین محمد حشرہم اللہ فی زمرۃ الابرار، سبحان اللہ اس خالق کے سخن کی کیا شان ہے جس کے معانی اور الفاظ کے وصف میں دانا کی عقل حیران ہے۔ اس کا ہر ایک حرف اسرار و حقایق کے چمن کی بہار ہے اور ہر ایک نقطہ لطائف و دقائق کا گلزار ہے۔ وہی اللہ کی حبل متین ہے، جس نے اس کو استوار پکڑا کبھی اوسے خلل نہیں اور وہی فیصل کرنے والا ہے حق و باطل میں، ہرگز اوس میں ہزل نہیں۔ اس کے عجائب کو نہایت نہیں اور اس کو مکرر پڑھنے سے خاطر پر ملالت نہیں۔ آگے کے عالموں کو اللہ تعالے غریق رحمت کرے جھنوں نے قرآن شریف کو جاننے کے واسطے کئی کتابیں تفسیر کی تصنیف کیں اور اس کو حاصل کرنے کے واسطے بہت سے علوم استنباط کیے اور اسی زبان میں سب علوم کو لکھنے لگے۔ پس عربی زبان اس قدر رواج پاتی جو کوئی وہ نہ سیکھے اس کو عالم نہیں کہتے ہند کے اکثر سلاطین زبان فارسی بولتے تھے، اس لیے وہاں کے اکثر اہل اسلام کو فارسی تحصیل کا شوق ہوا۔ اور وے سب اپنے کاروبار اسی زبان میں لکھنے لگے اور اسی زبان میں بہت سی کتابیں اور تفسیر اور دوسرے علوم میں لکھیں بنا بر اس کے ہندی زبان میں کوئی کتاب تصنیف کرنا سبک ٹھیرا۔ ہاں مگر قصیدے اور اشعار اور چھوٹے قصّے کہانیاں اکثر لکھا کرتے ہیں۔ اس وقت کے لوگوں کو یہ توفیق کہاں جو عربی علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوں اور یہ بھی دشوار ہوگیا کہ فارسی میں اچھی لیاقت بہم پہنچادیں کیونکہ روزی کے فکر میں پریشان و سرگردان ہیں

قطع نظر اس کے اگر حاصل بھی کریں تو زبان کی مہارت میں ایک عمر صرف ہو باوصف اس کے بھی اکثر لوگ درجہ کمال کو نہیں پہنچتے اس لیے اکثر لوگ علم سے بے بہرہ اور دین کی باتوں سے بے خبر رہتے ہیں ۔ الحق اپنے ملک کی بھاکے[1] میں کسی فن کو لکھنا عوام کی معرفت کا سبب ہوتا ہے ۔ علی الخصوص عورتیں کہ ان کو ہندی زبان کے سوائے دوسری زبانوں سے آشنائی نہیں ۔ فضیلت دستگاہ مولوی محمد باقر آگاہ جعل الجنۃ مثواہ نے چند کتابیں دینی علوم کے ہندی زبان میں بنائے کہ جس سے ایک عالم کو فائدہ عظیم ہوا ۔ ان ایام میں حکام کی رغبت اردو زبان کی طرف دیکھ کے بہت سی کتابیں ہندی میں لوگ تصنیف کیے پھر یہ عاصی بھی ہندی زبان میں چند کتاب بنایا ۔ مگر کوئی ایسی تفسیر کہ جس کے دیکھنے سے خاطر کو تشفی ہو سو نظر نہ آئی اس لیے یہ عاصی ایک تفسیر ہندی کہ جس میں شان نزول اور ضروری باتیں مذکور ہو لکھنا شروع کیا ۔ جناب الٰہی میں التجا یہ ہے کہ اس کے اتمام کی توفیق دیوے اور اس کے دیکھنے والوں کو نیک راہ بتاوے ۔"

اس کے بعد ہر سورت کی آیات پاک کی ایک ایک کرکے تشریح کی ہے ۔ اس تفسیر کو پڑھنے سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی بدرالدولہ نے نہ صرف مشہور کتب تفاسیر ہی سے استفادہ کیا ہے بلکہ احادیث کی اکثر کتابوں اور نیز مشہور علمائے اسلام کی اہم تصنیفات سے بھی استشہاد کیا ہے ۔ بنی اسرائیل کے قصوں کے بیان میں توریت زبور اور انجیل کو بھی پیش نظر رکھا ہے ۔ فقہی اور کلامی مسائل میں کافی توضیح سے کام لیا ہے اس طرح کہ ان مسائل میں اس تفسیر کے پڑھنے والے کو دوسری کتابوں کے دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی ۔

تفسیر کا دوسرا حصہ

یہ حصہ مفتی محمد سعید خاں صاحب (ولادت ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء وفات ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) کا

---

[1] زبان

تصنیف کردہ ہے۔

مفتی صاحب مدراس کے بڑے علماء میں شمار کیے جاتے تھے، آپ سرسالار جنگ اوّل وزیر اعظم حیدرآباد کی خواہش پر مدراس سے حیدرآباد منتقل ہو گئے تھے، اور ریاست حیدرآباد میں نہایت اعلیٰ انتظامی اور علمی مناصب پر فائز رہے تھے۔

آپ نے ہر موضوع پر نہایت بلند پایہ تصنیفات چھوڑی ہیں۔

آپ کے حصّہ کی تفسیر علمی مباحث اور تفسیری مسائل میں اپنے والد کے جامع اسلوب کا نمونہ ہے اور اُردو زبان دکنی اسلوب سے مختلف فصیح و شستہ اُردو ہے۔

نمونہ حسب ذیل ہے؛

یہ سورۃ مکی ہے اسکی اٹھانوین آتین ہین اور سات سو کلمی اور تین ہزار سات سو حروف ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم کھیعص ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور بعضی کہتے ہین یہ قرآن کا نام ہے اور بعضی کہتے ہین یہ قسم ہے جسکے ساتھ اللہ تعالے نے قسم کھائی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت یہ ہے کہ کھیعص مین کاف کریم و کبیر کا ہے اور ھا ہادی کی اور یا رحیم کی اور عین علیم کا اور صاد صادق کا ہے اور بعضے کہتے ہین یہین اشارہ ہے کہ وہ کافی ہے مخلوق کو ہادی بندون کا ~~[illegible]~~ عالم بریہ ہے صادق ہے اپنی وعدہ مین سدی کا قول ہے کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے بعضی کہتے ہین سورۃ کا نام ہے علی اور یحیی نے کھیعص کو کسرہ ہا و یا سے پڑھا ہے اور نافع نے درمیان کسرہ اور فتح کے پڑھا ہے اور قرب

تفسیر کا تیسرا حصّہ

یہ حصّہ تیسرے مصنف مفتی محمود صاحب کا تصنیف کردہ ہے، اس کی زبان اور بیان کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

مقت کے معنے سخت بغض کے ہیں یعنی کافرون کا کفر انکے رب کے پاس بغض وغضب ہی زیادہ کریگا اور کفار بسبب کفر کے مورد غضب الٰہی کے ہونگے وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا اور نہ زیادہ کریگا کافرون کو انکا کفر مگر نقصان۔ یعنی کافرون کو کفر کے سبب سے آخرت مین بڑی خسارت ہوگی۔ آیت مین ولا یزید الکافرین کفرہم کا جملہ مکرر ذکر کیا تا کہ دلالت کرے کہ غضب الٰہی اور خسارت اخروی سے ہرایک کے لئے مستقل طور پر کفر سبب ہے جو کفر کی برائی اور اس سے پرہیز کرنے کو لازم بتایا۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِي مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ (ای بی) کہدو بھلا دیکھا ہے تم نے اپنے ان شرکون کو جنھین پوجتے ہو خدا کے سوا مجھے دکھلاؤ کہ انہون نے کیا پیدا کیا ہے زمین سے یا انکے لئے شرکت ہے آسمانون مین۔

تفسیر کا چوتھا حصّہ

یہ حصہ مصنف اوّل کے فاضل پوتے مولانا ناصرالدین ابن قاضی عبیداللہ کا تصنیف کردہ ہے۔ مولانا ناصرالدین اپنے عہد کے بڑے علماء میں سے تھے، اپنے خاندانی مدرسہ مدرسہ محمدی کے فارغ التحصیل تھے، آپ نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ حیدرآباد کی ملازمت میں گزارا اور اس کے ساتھ علمی کاموں میں بھی مشغول رہے۔ تفسیر فیض الکریم کی تکمیل انہی کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے اپنے پیش رو اکابر کے فاضلانہ انداز کو بڑی خوبی سے

نبھایا۔ اور تفسیر کی تکمیل کے علاوہ ایک کتاب فتح العظیم فی تخریج احادیث فیض الکریم بھی تصنیف فرمائی - یہ کتاب ایک نامکمل مخطوطہ کی شکل میں کتب خانہ شرف الملک کے ذخیرہ میں موجود ہے - افسوس ہے کہ مولانا مرحوم کی تحقیقی کاوشیں مسودات سے آگے نہ بڑھ سکیں -

تفسیر کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

"حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (ان کے لیے، حورین ہیں روکے ہوئے (پردہ نشین) ہیں خیموں میں - اور یہ بدل پڑاہے خیراتٌ حسانٌ کا - اور وہ حورین پردہ میں ڈھانپے ہوئے ہوں گے کہ ہرگز باہر نہ آویںگے بوجہ کرامت و بزرگی اپنے اور بعض کہتے ہیں امرأة قصيرة وقصورة ومقصورة ای مخدرة یعنے پردہ نشین اور گوشہ نشین یا مقصورات ہیں یعنے صرف اپنے شوہرون پر اپنی نگاہ کو مقصور رکھتے ہیں اور ان سے تجاوز نہیں کرتے - اور حور جمع حوراء کی ہے - وہ حورین خوبصورتی کے ساتھ سپید اور سیاہ آنکھیں والی - اور خیام جمع خیمہ کی ہے - اور بعض کہتے ہیں جمع خیم کی ہے اور خیم جمع خیمہ کی ہے اور خیام یعنے اُن کے سکونت کے لیے محلہ بنے ہین اور وہ موتی کے قبہ ہین - الحاصل باوجود کھانے پینے اور باغ و محل کی نعمتون کے، علاوہ ان کی رفاقت اور اُن کے لیے بہتر پاکدامن و خوبصورت زوجات بھی موجود ہونگے - روایت کیا ہے ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا ہر مسلمان کے لیے خیرہ یعنی حسین اور نیک صفات کی عورت ہوگی اور ہر ایک خیرہ کے لیے ایک خیمہ ہوگا اور ہر ایک خیمہ کے لیے چارہ دروازہ ہونگے اور ہر دروازہ سے فرشتے ہر روز تحفہ و کرامت و ہدیہ لادینگے۔"

"فیض الکریم" ولی اللٰہی خدمات کے تذکرہ سے خالی کیوں ؟

یہ بات تاریخ کے ایک طالب علم کے لیے ضرور باعث اضطراب ہے کہ قاضی بدر الدولہ نے اپنی تفسیر کے دیباچہ میں دینی اور قرآنی علوم کے ہندی (اُردو) زبان میں منتقل ہونے کی ضرورت کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں مدراسی عالم مولانا باقر آگاہ کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے لیکن قاضی صاحب جس وقت اردو میں تفسیر قرآن کا کام کرنے بیٹھے اس سے پچاس برس پہلے ولی اللٰہی خاندان کے دو بزرگوں (شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب) کے اُردو ترجمے وجود میں آچکے تھے، ان کا کوئی ذکر خیر نہیں کیا۔ شاہ عبدالقادر صاحب کے اردو ترجمہ موضح القرآن کا سنِ تالیف ۱۲۰۵ھ ہے اور قاضی صاحب کی وفات ۱۲۸۰ھ

میں ہوئی ہے قاضی صاحب نے اردو میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے سلسلہ میں مولانا باقر آگاہ کا تذکرہ کیا ہے اور مولانا باقر کی وفات ۱۲۲۰ھ میں ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ شاہ عبد القادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو تراجم کا دور بھی ان سے مقدم ہے ۔ مولانا باقر نے اردو مثنوی میں قرآن کریم کے فضائل اور آداب تلاوت پر نہایت تفصیل سے کلام کیا ہے اور اردو میں اس مثنوی کو اپنی نوعیت کی پہلی مثنوی قرار دیا گیا ہے ــــ یہ مثنوی بھی ۱۲۱۹ھ میں لکھی گئی یعنی موضح القرآن کے پانچ سال بعد۔

یہ بات نہیں ہے کہ جنوبی ہند کا یہ خاندان شمالی ہند کے علمی اور روحانی بزرگوں سے بالکل بے تعلق رہا، کیونکہ قاضی بدرالدولہ کے صاحبزادے مفتی محمود صاحب نے اپنی تفسیر کے حصہ میں مولانا شاہ مظہر صاحب مجدّدی کا تذکرہ کیا ہے، جن سے وہ بیعت تھے بلکہ مولانا شاہ ابوالحسن صاحب زید دھلوی کی تحقیق کے مطابق مفتی صاحب شاہ مظہر صاحب کے خلفاء میں شامل تھے۔

شاہ محمد مظہر صاحب مولانا شاہ احمد سعید صاحب کے صاحبزادے ہیں جو مشہور مجددی بزرگ حضرت مرزا جانِ جاناںؒ کے سلسلہ کی اہم کڑی تھے۔ شاہ مظہر صاحب ۱۳۰۱ھ میں مدینہ منورہ کے اندر فوت ہوئے اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے قریب دفن کئے گئے مفتی محمود صاحب زید میاں ظلہ کے والد مولانا شاہ ابوالخیر صاحبؒ سے ملاقات کرنے دہلی بھی آئے تھے ۔

دہلی کے اس مجدّدی خاندان نے تحریک جہاد (مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ) کے ساتھ مخالفانہ طرز عمل اختیار نہیں کیا. تاریخ میں اس کی کوئی شہادت موجود نہیں البتہ اہلِ تصوف ہونے کی وجہ سے یہ خاندان ولی اللٰہی تحریک اصلاح سے بالکل الگ تھلگ رہا ۔ اس خاندان کے موجودہ بزرگ (مولانا زید صاحب قبلہ) نے اپنی خاندانی روایات کے خلاف مولانا شہید کی تقویت الایمان کے بارے میں ایک تنقیدی کتاب تحریر کی اور امام ابن تیمیہ پر ایک تردیدی کتابچہ شائع کیا ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی القول الجلی کے اردو ترجمہ پر ایک مقدمہ تحریر فرمایا، جس میں زید صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں جو اصلاحی باتیں (ردِّ بدعات سے متعلق) نظر آتی ہیں وہ سب الحاقی ہیں ۔ زید میاں صاحب نے یہ محاذ قائم کرلیا ہے جو ان کے بزرگوں کی روایات سے میل نہیں کھاتا ۔

بہرحال یہ ایک ضمنی بحث تھی ــــ سوال یہ ہے کہ جنوبی ہند کا یہ خاندان ولی اللٰہی خاندان کی خدمات سے بے تعلق اتفاقیہ طور پر نہیں رہا ــــ بلکہ اس کا ایک خاص سبب معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا

یہ خاندان انگریزی حکومت کے اس پروپیگنڈہ سے متأثر تھا جو وہابی تحریک کے نام سے حکومت کی طرف سے کیا جا رہا تھا اور جس کا مقصد بالاکوٹ کی تحریک جہاد کے اثرات کو مسلمانوں میں کم کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ شرف الملک مرحوم کا خاندان جنوب کی ریاستی حکومتوں کے عہدوں سے وابستہ رہا اور جب جنوبی ہند کی مسلم ریاستیں ختم ہوگئیں تو حکومت انگلشیہ نے اس خاندان کے علماء کی سرپرستی کی جیسا کہ مصنف فقہاء ہند نے نزہۃ الخواطر کے حوالہ سے لکھا ہے۔

خاندان ولی اللہؒ اپنی اصلاحی اور انقلابی جدوجہد کی وجہ سے مغل حکمرانوں اور سرکار انگلشیہ دونوں کی نظروں میں معتوب اور مغضوب رہا۔ انگریز حکومت نے اس خاندان کی تحریک جہاد کو بدنام کرنے کے لیے اُسے تحریک وہابیت کا نام دیا اور سرزمین حجاز کی نجدی تحریک اصلاح سے اسے جوڑنے کی زبردست سازش کی اور ہندوستانی علماء کے ایک طبقہ کو حُبِّ رسول اور حُبِّ اولیاء اللہ کے نعرہ پر ان کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔

وہابیت سے نفرت کی انگریزی لہر جنوبی ہند کی طرف بھی گئی اور نواب ارکاٹ محمد غوث خاں اعظم کے میر منشی سید محمد اسحاق (خطاب یافتہ طرازش خاں بہادر) نے ردِّ وہابیہ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ طرازش خان صاحب علم تھے اور انہوں نے قاضی صبغۃ اللہ (بدر الدولہ) سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ ان کے رسالہ کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر محمد غوث صاحب (عثمانیہ یونیورسٹی) نے جو الفاظ تحریر کیے ہیں وہ قابل غور ہیں :-

"رسالہ ردّ وہابیہ کو انہوں نے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں تصنیف کیا تھا۔ اس زمانہ میں کلکتہ، بنگال، حیدرآباد، مدراس، اور کشمیر میں وہابی تحریک بہت زور پکڑ رہی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اس تحریک کے خلاف تھی۔ کمپنی نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

۱۸۴۱ء سے ۱۸۷۱ء تک گرفتاریوں کا سلسلہ جاری تھا، سینکڑوں بے گناہوں کو خلاف قانون جیلوں میں ڈال دیا گیا تھا اور ان پر بے پناہ مظالم کیے جا رہے تھے۔"

(تعارف اردو مخطوطات صفحہ ۲۲)

تبصرہ نگار خاندان شرف الملک کے ایک فاضل رکن ہیں۔ موصوف نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ظلم وستم کی طرف واضح اشارات کیے ہیں۔ اس ماحول کو سامنے رکھ کر یہ بات آسانی سمجھ میں

آجاتی ہے کہ سرکار انگلشیہ سے تعلق رکھنے والے اہل قلم نے وہابی تحریک کے خلاف جو قلم اٹھایا دراصل اس کا مقصد انگریزوں کے ظلم وستم پر پردہ ڈالنا تھا اور مسلم عوام میں اس ظلم وستم کے خلاف غم وغصہ نہ پھیلے، اس کی کوشش کرنی تھی۔ علما کے ایک طبقہ نے دانستہ طور پر انگریزی پروپیگنڈہ میں حصہ لیا اور کچھ حضرات ایسے بھی تھے جو نادانستہ طور پر شریک ہو گئے یا کم از کم اس گروہ سے بے تعلق رہے۔

خاندان شرف الملک کے محفوظ قلمی ذخیرہ کی فہرستوں پر نظر ڈالنے سے اس ذخیرہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور ان بیش قیمت علمی او رتاریخی نوادرات کی جس طرح یہ خاندان حفاظت کر رہا ہے اس سے اس خاندان کی اخلاقی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور معاشی خودداری بھی۔ جہاں تک مذکورہ بالا تفسیری ذخیرہ کا تعلق ہے اردو زبان میں اتنا عظیم ذخیرہ کسی دوسری تفسیر کی صورت میں موجود نہیں ہے۔ پھر آخری مصنف نے اس تفسیر کی احادیث کی تخریج کے لیے جو محنت کی ہے اس نے اس تفسیر کی اہمیت کو مزید بڑھا دیا ہے ـــــ لیکن سوال تو اس مسوّدہ کی اشاعت کا ہے۔ جنوبی ہند مدراس اور حیدرآباد میں اس خاندان سے متعلق بڑے بڑے اہل علم موجود ہیں جو اس مسودہ کو صاف کر کے طباعت کے قابل بنا سکتے ہیں۔

اس علاقہ میں ایسے اہل ثروت مسلمانوں کی بھی کمی نہیں جو اس کی طباعت کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عصر جدید کی موجودہ کامیاب تفسیروں (ترجمان القرآن، تفہیم القرآن، معارف القرآن) کے ہوتے ہوئے اس قدیم تفسیر کی اہمیت کم ہو جاتی ہے ـــــ لیکن تفسیر کے قدیم مباحث ومسائل کا اتنا بڑا ذخیرہ اُردو زبان میں کسی ایک جگہ مل جائے، یہ ضرورت اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے۔

بقیہ: صدق اللہ العظیم

کا خیال تب نہیں آتا۔ آئے بھی کیسے؟ چھوڑنے کا خیال تو اُس عمل کے متعلق آسکتا ہے جس کو انسان بُرا یا گناہ سمجھتا ہو۔ مگر جس عمل کو وہ بُرا یا گناہ ہی نہ سمجھتا ہو اُس کے چھوڑنے کا خیال ہی کیسے آسکتا ہے اور غالباً اسی وجہ سے ایک حدیث میں آتا ہے کہ بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی۔

شیطان نے جب دیکھا کہ چور، زانی، شرابی، وغیرہ لوگ تو کبھی اپنے گناہوں سے توبہ کر بھی لیتے ہیں کیونکہ اِن اعمال کو وہ بُرا جانتے ہوئے کرتے ہیں۔ اور اس طرح انسانوں کو گمراہ کرنے کی اس کی تمام تر محنت اور کوشش ضائع ہو جاتی ہے تو اُس نے اُن کو بدعت کے جال میں پھنسانا شروع کر دیا تاکہ وہ اس سے کبھی نکل ہی نہ سکیں۔ (جاری ہے)